قرآنی احکام شہادت کا مختصر جائزہ

تحریر: پروفیسر ڈاکٹر محمد شعیب

شہادت تمام نظامہائے عدل میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ شہادت کی بناء پر لوگوں کے مقدمات، معاملات کے فیصلے قرآن وسنت کی روشنی میں کئے جاتے ہیں تا کہ انصاف کا حصول ممکن ہو سکے۔ شہادت ظالم ومظلوم کو ان کے اعمال کی بناء پر اچھے یا برے انجام کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ عدل کے قائم کرنے میں شہادت کا درست خطوط پر استوار ہونا نہایت ضروری ہے۔ اس دنیائے رنگ و بو کے شب وروز گزارنے میں پیش آنے والے اسرار ورموز کی گتھیاں سلجھانے اور زندگی کے معاملات سے متعلقہ مسائل کے حل کے لئے ہر قدم پر شہادت کی ضرورت پڑتی ہے۔ قرآن مجید میں شہادت کے متعلق بہترین راہنمائی ملتی ہے جو اس قانونی و معاشرتی ضرورت کا مکمل احاطہ کرتی ہے۔ دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک انبیائے کرام کو آسمانی کتب وصحائف کے ساتھ مبعوث کرنے کا مقصد یہی تھا کہ معاشرے میں انصاف کے تحت زندگی بسر کی جائے۔ انسانی زندگی کے تمام معاملات خواہ کسی بھی شعبے سے متعلق ہوں وہ صحیح طور پر انجام دیئے جائیں اور سرکش و نافرمان لوگوں کو تعلیم وتربیت کے ذریعے عدل وانصاف کی طرف راغب کیا جائے اور اگر وہ قانون شکنی کریں معاشرے میں فساد کا موجب بنیں تو انہیں سزا دے کر ان کے شر سے معاشرے کو محفوظ رکھا جا سکے اس طرح عبرت کا سامان بھی ہو جائے گا اور معاشرے میں امن وسکون کا حصول بھی ممکن ہوگا۔ شہادت کے بارے میں مختلف احکام قرآن مجید میں بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ ذیل میں ان احکام کا ایک مختصر جائزہ پیش کرنا مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ گواہی کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

> یاایها الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شهداء للّٰه ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین ان یکن غنیا او فقیرا فاللّٰه اولٰی بهما فلا تتبعوا الهوی ان تعدلوا و ان تلوا او تعرضوا فان اللّٰه کان بما تعملون خبیراً۔(۱)

ترجمہ: اے ایمان والو انصاف پر خوب قائم رہنے والے اور اللہ کے لئے گواہی دینے والے رہو چاہے وہ تمہارے یا (تمہارے) والدین اورعزیزوں کے خلاف ہی ہو۔ وہ امیر ہو یا مفلس اللہ (بہرحال) دونوں سے زیادہ حقدار ہے تو خواہش نفس کی پیروی نہ کرنا کہ (حق سے) ہٹ جاؤ اور اگر تم کجی کرو گے یا پہلو تہی کرو گے تو جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے بڑی جامعیت کے ساتھ گواہی کی ضرورت واہمیت کے متعلق راہنمائی کررہا ہے۔سب سے پہلے انصاف پر قائم رہنے کی تلقین کی گئی۔اس لئے کہ انسانی زندگی میں وقوع پذیر ہونے والے تمام واقعات و معاملات کی درستگی کا میزان انصاف ہے۔حیات انسانی کے تمام معاملات میں فرائض وحقوق کی ادائیگی اور مقدمات میں مبنی بر عدل فیصلے خالصتاً شریعت کے مطابق ہوں۔گواہی صرف رضا الٰہی کے لئے ہو۔اس میں نفسانی خواہشات کو قطعاً دخل نہ ہو اللہ کے لئے گواہ بننے میں بہت بڑی حکمت پوشیدہ ہے۔شہادت خواہ اپنے خلاف (اقرار) ہو یا والدین اور قرابت داروں کے، شہادت کی درست ادائیگی میں کوئی رشتہ رکاوٹ نہ بن سکے کیونکہ جب اللہ کے لئے گواہی دی جائے گی تو تب تمام دنیاوی رشتے، قرابتیں، منفعتیں، معاشرتی پابندیاں حق بات کہنے سے نہیں روک سکیں گی۔ دولت مند کی امارت، طاقتور کے اثر ورسوخ اور غریب کی محتاجی کو مدنظر رکھ کر مروت ورحم کے تحت گواہی میں کھوٹ نہ لایا جائے۔ اگر تم شہادت کو حق کے ساتھ ادا نہیں کرتے۔ ادائے شہادت کو دوسروں کا تابع (دوسروں کے سپرد کرنا) بناتے ہو یا شہادت کو موخر کرتے ہو اور صاحب اختیار ہونے کی صورت میں تم مدعی یا مدعا علیہ کے ساتھ تعلق کی بناء پر کسی ایک کے ساتھ نرم برتاؤ کرتے ہو جس سے مخالف فریق کے حصول عدل پر زد پڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ تمہارے ان تمام افعال سے باخبر ہے، جن کا تم کو روز محشر حساب دینا ہے۔ اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے۔لہٰذا کسی کو فائدہ پہچانے کی خاطر جھوٹی گواہی نہ دو بلکہ حق بات کہو۔(۲) علامہ محمد بن علی بن محمد شوکانی، صاحب فتح القدیر فرماتے ہیں:

"قوله (قوامين) صيغة مبالغة اى ليتكرر منكم القيام بالقسط وهو العدل فى شهادتكم على انفسكم وهو الاقرار بما عليكم من الحقوق" (۳)

البينة علي مان ادعي واليمين علي من انكر ☆ گواہ لانا مدعی کے ذمہ اور قسم منکرِ دعویٰ کے ذمہ ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

"فاشهدوا عليها بان تقروا بالحق ولا تكتموه" (۴)

علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی فرماتے ہیں:

"مجتهدين في اقامة العدل حتى لا تجوروا" (۵)

اللہ کریم نے عباد الرحمٰن کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"والذين لايشهدون الزور" (۶)

ترجمہ: اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ بیہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے۔

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

"اى الكذب والباطل" (۷)

علی بن طلحہ کے نزدیک شہادتِ زور سے مراد لوگوں کے خلاف جھوٹی شہادت دینا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جو جھوٹی گواہی دے اس کو چالیس کوڑے مارے جائیں اور منہ کالا کر کے بازار میں گھمایا جائے۔ ابن ابی شیبہ کی روایت کے مطابق حضرت عمرؓ نے شام میں مامور عمال کو حکم دے رکھا تھا کہ جو شخص جھوٹی گواہی دے اس کو چالیس کوڑے مارنے کے علاوہ منہ کالا کر کے سر منڈوا دیا جائے اور لمبے عرصے تک قید میں ڈالا جائے۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت عمرؓ نے جھوٹے گواہ کو چالیس کوڑے لگوائے اور اس کے متعلق حکم دے رکھا تھا کہ اس کا منہ کالا کر کے اور گردن میں پگڑی ڈال کر قبائل میں پھرایا جائے۔ حضرت عمرؓ کے ایسے ہی احکام کی بنا پر امام ابو یوسف اور امام محمد نے فرمایا کہ جو جھوٹی گواہی دے اسے کوڑے مارے جائیں اور اس کے قبیلے اور علاقے میں اس کی جھوٹے گواہ کے طور پر شناخت کرائی جائے۔ نبی کریم ﷺ نے جھوٹی شہادت کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے۔ (۸)

(۲) شرک کی ممانعت کے ساتھ ہی اللہ نے جھوٹی شہادت دینے کی نفی کی ہے ارشاد خداوندی ہے:

فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور (۹)

ترجمہ: سو تم بچے رہو بتوں کی گندگی سے اور بچے رہو جھوٹی بات سے۔

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

اى الشرك بالله فى تلبيتكم او شهادة الزور (۱۰)

☆ درء المفاسد اولى من جلب المصالح ☆

امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک تعزیری سزا کے لئے صرف تشہیر کافی ہے مارنا اور قید کرنا جائز نہیں کیونکہ تعزیر کا مقصد مجرم کو باز داشت دینا ہے اور یہ باز داشت تشہیر سے حاصل ہو جاتی ہے مارنے اور قید کرنے میں زجر و باز داشت کی شدت ہے لیکن ایسی سخت سزا کا تصور مجرم کو اپنی شہادت کے جھوٹ ہونے کے اقرار اور شہادت سے لوٹ جانے سے روکتا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے قول کی مانند قاضی شریح کا قول بھی روایت میں موجود ہے۔ امام محمد کتاب الآ ثار میں ذکر کرتے ہیں کہ شریح جھوٹے گواہ کے بارے میں بازار اور اس کے قبیلے میں قاصد کے ذریعے اس کے جھوٹا ہونے اور اس سے پرہیز کرنے کا اعلان کرواتے تھے۔ ابن ابی شیبہ نے بھی شریح کا یہی قول نقل کیا ہے۔ ابن جریج کے مطابق شہادت زور سے صرف شرک ہی مراد نہیں ہے بلکہ اس سے ہر جھوٹ مراد ہے۔ (۱۱) جھوٹی شہادت کی بناء پر ہی حق دار اپنے حق سے محروم ہو جاتا ہے اور مجرم سزا سے بچ جاتا ہے۔ یہ دونوں صورتیں وعوامل معاشرے میں انتشار و بدامنی کا باعث بنتے ہیں اور انہی عوامل کی بناء پر لوگوں میں جرم کی ترغیب اور دوسری صورت میں احساس محرومی بڑھتا ہے جو جرائم میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔

(۳) ارشاد خداوندی ہے:

و اذا قلتم فاعدلوا ولو كان ذا قربىٰ وبعهد الله اوفوا ذلكم وصكم به لعلكم تذكرون۔ (۱۲)

ترجمہ: اور جب بولو تو عدل (کا خیال) رکھو اگر چہ وہ (شخص) قرابت دار ہی ہو اور اللہ سے جو عہد کیا ہے اسے پورا کرو اس (سب) کا (اللہ نے) تمھیں حکم دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔

تفسیر جلالین میں "فی حکم اوغیرہ" (۱۳) شہادت کی ادائیگی میں کامل یقین کا ہونا لازم قرار دیا گیا ہے ظن وتخمین کی بناء پر شہادت کی ادائیگی کو منع فرمایا گیا ہے کسی طرح کی رشتہ داری وقرابت کا لحاظ کیے بغیر حق کے ساتھ شہادت ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ جہاں تک گواہ کے لئے شہادت کی ادائیگی حق کے ساتھ ضروری قرار دی گئی وہاں منصف کے لئے بھی کس قسم کے لالچ وتمنا اور معاشرتی دباؤ کے بغیر عدل کے ساتھ مقدمات کا فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت بریدہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا قاضیوں کے تین درجے ہوں گے۔ پہلے درجے کے لوگ جنت میں اور

باقی دونوں درجات کے لوگ دوزخ میں جائیں گے۔ پہلے درجے میں وہ قاضی شامل ہیں جنھوں نے حق کو پہچانا اور حق کے مطابق فیصلہ کیا جبکہ باقی دونوں درجات میں وہ قاضی شامل ہوں گے جو حق کو پہچاننے میں تو کامیاب ہوئے مگر فیصلہ ظلم کے ساتھ کیا اسی طرح وہ بھی دوزخ میں جائیں گے' جنھوں نے جہالت کی بناء پر فیصلہ کیا۔(۱۴)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و کذالک جعلنکم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیداً (۱۵)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تمھیں ایک امت عادل بنا دیا ہے تا کہ تم گواہ رہو لوگوں پر اور رسول ﷺ گواہ رہیں تم پر۔

اس آیت سے شہادت کے لئے عدالت کی شرط کا علم حاصل ہوتا ہے۔ دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک تمام انبیائے کرام کی امتوں میں حضور ﷺ کی امت کو بہترین مقام حاصل ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے گواہ ہونے سے مراد ہے کہ روز محشر آپ ﷺ اپنی امت کے گواہ اور مزکی ہوں گے۔ علامہ بغوی فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو ایک جگہ پر جمع کرے گا۔ پھر گزشتہ تمام امتوں کے کفار سے پوچھے گا کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں پہنچا وہ صاف انکار کر دیں گے کہ ہمارے پاس کوئی نہیں آیا۔ انبیائے کرام اللہ کے استفسار پر فرمائیں گے کہ یہ جھوٹے ہیں ہم نے تیرا پیغام دیانت کے ساتھ ان تک پہنچا دیا تھا اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہونے کے باوجود اتمام حجت کے لئے انبیائے کرام سے گواہ طلب کرے گا۔ اس وقت امت محمدیہ حاضر ہوگی اور گواہی دے گی کہ انبیاء نے سب احکام انہیں پہنچا دیے ہیں۔ کفار استدلال کریں گے کہ یہ ہم سے مدتوں بعد پیدا ہوئے انہیں یہ کیسے معلوم ہوا۔ تب نبی اکرم ﷺ کی امت جواب دے گی کہ اللہ نے ہمارے پاس محمد ﷺ کو کتاب مبین کے ساتھ بھیجا جس کے ذریعہ ہمیں پتہ چلا کہ تمام انبیائے کرام نے اپنی اپنی امتوں کو احکام پہنچا دیئے ہیں اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سچا ہے پھر نبی کریم ﷺ سے امت کی حالت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ نبی کریم ﷺ امت کی سچائی اور عدالت کی گواہی دیں گے(۱۶) انبیائے کرام کی سچائی اور فرض کی ادائیگی کی گواہی مسلمان امت دے گی۔ اس سے حضور ﷺ کی عظمت، امت محمدیہ ﷺ کی فضیلت اور گواہی کی اہمت وفرضیت کا پتہ چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ

☆ جلب مصلحت کی نسبت مفاسد کو دور کرنا زیادہ بہتر ہے ☆

کی طرف سے ایک فرد یا گروہ کو دنیا میں گواہی کا رتبہ عطا کرنے سے مراد اس فرد یا گروہ کو امامت وعظمت اور رفعت وبلندی عطا کرنے کے مترادف ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں لاکھوں فرزندان توحید کو اس بات کا گواہ بنایا کہ آپ ﷺ نے اللہ کی تعلیمات لوگوں تک پہنچادی ہیں۔ مسلمانوں کے اقرار پر آپ ﷺ نے فرمایا ''اے اللہ تو گواہ رہنا۔''

(۵) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یایھا الذین امنوا کونوا قوامین للّٰہ شھداء بالقسط ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلو ھو اقرب للتقویٰ ط واتقو اللّٰہ ان اللّٰہ خبیر بما تعملون. (۱۷)

ترجمہ: (اے ایمان والو اللہ کے لئے پوری پابندی کرنے والے (اور) عدل کے ساتھ شہادت دینے والے رہو اور کسی جماعت کی دشمنی تمھیں اس پر نہ آمادہ کردے کہ تم (اس کے ساتھ) انصاف ہی نہ کرو۔ انصاف کرتے رہو (کہ) وہ تقویٰ سے بہت قریب ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ کو اس کی (پوری) خبر ہے کہ تم کیا کرتے رہتے ہو۔)

اس آیت کریمہ میں شہادت کی ادائیگی کو خالصتاً اللہ کے لئے ادا کرنے کا حکم ہے جو کامل عدل کے ساتھ ادا کی جائے چاہے یہ شہادت اپنے خلاف ہو یا عزیز واقارب کے خلاف۔ شہادت کی ادائیگی میں کسی قسم کا دنیاوی رشتہ رکاوٹ کا باعث نہ بنے اور نہ کسی قسم کا اثر ورسوخ شہادت کی درست ادائیگی پر اثر انداز ہو۔ لا یـجـرمـن کا استعمال آمادہ کرنے، ابھارنے اور زیادہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے مشرکوں سے سخت عداوت کی بناء پر تم ان کے ساتھ ناانصافی نہ کرو۔ چاہے یہ معاملات و مقدمات سے متعلق ہو یا جنگ وقتال سے۔ مقدمات میں ان کے ساتھ واقعات وشواہد اور گواہیوں کی روشنی میں مکمل انصاف ہو۔ اسی طرح جنگ وحرب میں مقتول مشرکوں کے جسمانی اعضاء کاٹنا یعنی مثلہ کرنا۔ مشرک عورتوں کو قتل کرنا، بوڑھوں اور بچوں کو امان نہ دینا، معاہدوں کی پاس داری نہ کرنا، فصلوں کو جلانا، امان طلب کرنے والے کو امان نہ دینا، یہ سب کچھ اس بناء پر نہ ہو کہ...... ان کے ساتھ ادا کرو...... عدل کرو یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ کے نزدیک بزرگی وپسندیدگی صرف اور صرف تقوی کی بناء پر ہے۔ (۱۸) اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ ناپسندیدہ امور سے اپنے نفس اور ظاہری و باطنی

☆ اذا تعارض الحقوق قدم منها المضیّق ☆

قوتوں کو بچانا اور اللہ کی قائم کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے سنت رسول ﷺ کے مطابق زندگی بسر کرنا تقویٰ کا معیار ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قال فاشهدوا و انا معكم من الشهدين (۱۹)

ترجمہ: (فرمایا آپ گواہ رہئے گا اور میں (بھی) آپکے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔)

گواہی کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے اپنی ذات کو بھی گواہ بنانا پسند فرمایا ہے۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بقول میثاق النبیین میں اللہ تعالی نے تمام انبیاء کو اس امر پر گواہ بنایا کہ وہ اپنے بعد آنے والے نبی کی تصدیق کریں اور اپنی امت کو بھی آنے والے نبی کی پیروی کا حکم دیں جب کہ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ تمام انبیاء کرام سے اللہ تعالی نے وعدہ لیا تھا کہ تم اور تمہاری امتیں محمد ﷺ کی تصدیق کرنا۔اس طرح حق بات کی گواہی دینا اللہ تعالی اور تمام انبیائے کرام کی سنت قرار پائی ہے۔بغوی کے بقول اللہ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے تمام ذریات کو برآمد کیا جن میں انبیائے کرام چراغوں کی مانند روشن تھے اور سب سے محمد ﷺ کے بارے میں میثاق لیا۔انبیائے کرام اوران سب کی امتوں نے میثاق والے دن اقرار کیا۔پس اللہ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے اور اپنے متبعین کے اس اقرار کی قیامت کے دن شہادت دینا اور میں تم سب کے اقرار پر تمھارے ساتھ شہادت دوں گا۔(۲۰)

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

"على انفسكم و على اتباعكم بذلک عليكم و عليهم"(۲۱)

نبی اکرم ﷺ کی بلند شان اور اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:

"يايها النبی انا ارسلنک شاهدا و مبشرا و نذيرا و داعيا الى الله باذنه و سراجا منيرا"(۲۲)

ترجمہ: (اے نبی بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے بطور گواہ اور بشارت دینے والے اور ڈرانے والے اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے کے اور بطور ایک روشن چراغ کے۔

ان آیات کریمہ میں نبی ﷺ کی صفات حسنہ کا ذکر کیا گیا ہے۔انہی صفات حسنہ میں ایک نمایاں صفت

آپ ﷺ کا گواہ بنا کر بھیجا جانا بھی ہے۔عطا بن یسار فرماتے ہیں کہ۔میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے کہا کہ......حضور ﷺ کی صفتیں تورات میں کیا ہیں۔فرمایا جو صفتیں آپ ﷺ کی قرآن میں ہیں انہی میں سے بعض اوصاف آپ ﷺ کے تورات میں بھی ہیں۔

تورات میں ہے اے نبی ہم نے تجھے گواہ، خوشی سنانے والا، ڈرانے والا اور امتیوں کا بچاؤ بنا کر بھیجا ہے تو میرا بندہ اور رسول ہے میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے تو بدگو اور فحش کلام نہیں ہے نہ بازاروں میں شور مچانے والا۔وہ برائی کے بدلے برائی نہیں کرتا بلکہ درگزر کرتا ہے۔اور معاف فرماتا ہے۔(۲۳) انجیل برناباس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں: ''اور یہ بدنامی اس وقت تک باقی رہے گی جب تک محمد ﷺ آئے گا جو کہ آتے ہی اس فریب کو ان لوگوں پر کھول دے گا جو کہ اللہ کی شریعت پر ایمان لائیں گے۔(۲۴)

لین دین کے معاملات میں شہادت کی ضرورت واہمیت کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے:

''یایھا الذین آمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ ط ولیکتب بینکم کاتب بالعدل ولا یأب کاتب ان یکتب کما علمہ اللّٰہ فلیکتب ولیملل الذی علیہ الحق ولیتق اللّٰہ ربہ ولا یبخس منہ شیئا ط فان کان الذی علیہ الحق سفیھا او ضعیفا او لا یستطیع ان یمل ھو فلیملل ولیہ بالعدل واستشھدوا شھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامراتن ممن ترضون من الشھداء ان تضل احدھما فتذکر احدھما الاخری ط ولا یاب الشھداء اذا مادعوا ولا تسئموا ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا الی اجلہ ط ذلکم اقسط عنداللّٰہ و اقوم للشھادۃ الا ترتابوا الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ تدیرونھا بینکم فلیس علیکم جناح الا تکتبوھا ط و اشھدوا اذا تبایعتم ولا یضار کاتب ولا شھید. و ان تفعلوا فانہ فسوق بکم واتقو اللّٰہ ویعلمکم اللّٰہ واللّٰہ بکل شئی علیم○ و ان کنتم علی سفر ولم تجدوا کاتبا فرھان مقبوضۃ ط فان امن بعضکم بعضا فلیؤد الذی اؤتمن امانتہ ولیتق اللّٰہ ربہ ط

☆ جب حقوق باہم متعارض ہوں تو ان میں جس کا وقت تنگ ہوا سے ترجیح حاصل ہوگی ☆

ولا تکتموا الشھادۃ ط ومن یکتمھا فانہ آثم قلبہ ط واللّٰہ بما تعملون علیم ○ (۲۵)

(ترجمہ) اے ایمان والو جب ادھار کا معاملہ کسی مدت معین تک کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو اور لازم ہے کہ تمھارے درمیان لکھنے والا ٹھیک لکھے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اللہ نے اس کو سکھا دیا ہے۔ پس چاہیے کہ وہ لکھ دے اور چاہیے کہ وہ شخص لکھوائے جس کے ذمہ حق واجب ہے۔ اور چاہیے کہ وہ اپنے پروردگار اللہ سے ڈرتا رہے اور اس میں سے کچھ بھی کم نہ کرے پھر اگر وہ جس کے ذمے حق واجب ہے عقل کا کوتاہ ہو یا یہ کہ کمزور ہو اور اس قابل نہ ہو کہ وہ خود لکھوا سکے تو لازم ہے کہ اس کا کارکن ٹھیک ٹھیک لکھوا دے اور اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ کر لیا کرو پھر اگر دونوں مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں ان گواہوں میں سے جنھیں تم پسند کرتے ہو تا کہ ان دو عورتوں میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے اگر کوئی ایک ان دو میں سے بھول جائے اور گواہ جب بلائے جائیں تو انکار نہ کریں اور اس (معاملت) کو خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی اس کی میعاد تک لکھنے سے اکتا نہ جاؤ۔ یہ کتابت اللہ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ قرین عدل ہے اور شہادت کو درست تر رکھنے والی ہے اور زیادہ سزاوار اس کی کہ تم شبہ میں نہ پڑ جاؤ۔ بجز اس کے کہ کوئی سودا دست بدست ہو جیسے تم باہم لیتے ہی رہتے ہو سو تم پر اس میں کوئی الزام نہیں کہ تم اسے نہ لکھو اور جب خرید وفروخت کرتے ہو (تب بھی) گواہ کر لیا کرو اور کسی کاتب اور گواہ کو نقصان نہ دیا جائے اور اگر (ایسا) کرو گے تو یہ تمھارے حق میں ایک گناہ (شمار) ہوگا اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ تمھیں سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کا بڑا جاننے والا ہے اور اگر تم سفر میں ہو اور کاتب نہ پاؤ سو رہن رکھنے کی چیزیں ہی جو قبضہ میں دے دی جائیں اور تم میں سے کوئی کسی اور پر اعتبار رکھتا ہے تو جس کا اعتبار کیا گیا ہے اسے چاہیے کہ دوسرے کی امانت (کا حق) ادا کر دے اور چاہیے کہ اللہ (یعنی)

اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے۔ اور گواہی کو مت چھپاؤ اور جو کوئی اسے چھپائے گا اس کا قلب گناہ گار ہوگا اور تم جو بھی کرتے ہو اللہ اس کا بڑا جاننے والا ہے۔

شہادت صرف مقدمات و معاملات کے تصفیے کے لئے ہی ضروری نہیں بلکہ معاشرتی زندگی میں قدم قدم پر اس کی ضرورت و اہمیت اور افادیت کا پتہ چلتا ہے۔ باہمی معاملات میں شکوک و شبہات، بدگمانی، جھگڑے اور پریشانیوں سے بچنے کے لئے شہادت کی ضرورت پڑتی ہے اس آیت کریمہ میں تحریری اور زبانی گواہی کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ شہادت کے نصاب کی بھی اس میں تفصیل موجود ہے۔ ادھار کے لین دین، دن، مہینہ، سال کو واضح مقررہ وقت اور انصاف کے ساتھ لکھنے کا بیان ہے تمام معاملات میں دو مسلمان گواہوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کی تاکید ہے ایک مرد کے مقابل دو عورتوں کی شہادت اس لئے رکھی گئی ہے تاکہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے (۲۶) گواہوں کو شہادت کے وقت انکار نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ "انما المومنون اخوۃ" (۲۷) کے مطابق مسلمانوں کے آپس میں حقوق و فرائض متعین ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ جب گواہوں کو، گواہی کے لئے بلایا جائے تو ان کو انکار نہیں کرنا چاہیے بلکہ گواہی کا فریضہ انجام دینا چاہیے۔ اس لئے کہ گواہی ادا کرنا خالص اللہ کے لئے ہے۔ خرید و فروخت میں بھی گواہ مقرر کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ کاتب اور گواہ دونوں کو انصاف کے ساتھ اپنا اپنا فرض ادا کرنے کے لئے کہا گیا ہے کاتب اور گواہ کو کسی قسم کا نقصان پہنچانے سے منع کیا گیا ہے اور ایسا کرنے والوں کو فسق کے زمرے میں شمار کیا گیا ہے۔ لکھنے والے کی مزدوری روکنا یا گواہ کو آمد و رفت کا خرچہ نہ دینا ناجائز ہے۔ بچہ اور غلام کی شہادت جائز نہیں اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ مسلمانوں کے خلاف کافر کی شہادت جائز نہیں جب کہ مسلمان کی کافر کے خلاف شہادت جائز ہے۔ کفار کی آپس میں ایک دوسرے کے خلاف شہادت جائز ہے اگرچہ ان کے مذاہب اور قومیں جدا ہوں اس لئے کہ ذمی کافر ولی بننے کی اہلیت رکھتا ہے کافر کے فسق کے بارے میں یہ امر ملحوظ رہے کہ اس کا کفر اس کے نزدیک حق ہے۔

جھوٹ کے بارے میں تمام ادیان و مذاہب میں ممانعت پائی جاتی ہے۔ حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ اہل کتاب میں سے ایک فریق کی شہادت دوسرے کے حق میں جائز ہے۔ (۲۸) امام

زہری کا قول ابن ابی شیبہ نے بروایت حفص از حجاج بیان کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ اور پہلے دونوں خلفائے راشدین نے عورتوں کی شہادت پر حدود و قصاص میں اعتبار نہیں کیا۔ امام ابو حنیفہ نے حدود و قصاص کے علاوہ تمام معاملات میں عورتوں کی شہادت کو جائز قرار دیا ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک جن امور کی اطلاع مردوں کو عموماً نہیں ہوتی جیسے بکارت، پیدائش، دوشیزگی، حیض اور عورتوں کے خصوصی عیوب وغیرہ تو ان میں ایک مسلمان، آزاد، صالحہ عورت کی شہادت کافی ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک قاضی کا گواہ کی ظاہری عدالت کو پرکھ لینا کافی ہے اگر وہ دوسرا فریق گواہ کی عدالت پر شک کرے تو قاضی اس کے بارے میں تحقیق کرے جبکہ صاحبین کے مطابق اگر دوسرا فریق گواہ کے بارے میں شک وشبہ کا اظہار نہ بھی کرے تو قاضی پر اس کے کردار کی تحقیق لازم ہے۔ امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''سوائے تہمت زنا میں سزا یافتہ شخص کے باقی مسلمان باہم عادل ہیں'' خلیفہ راشد حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھوا بھیجا تھا کہ تمام مسلمان باہم عادل ہیں سوائے تہمت زنا میں سزا یافتہ، جھوٹی شہادت میں کوڑے کھانے والے اور قرابت دار و غلام کی شہادت کے۔ (۲۹)

حنفی علماء کی تصریح کے مطابق امام ابو حنیفہ اور صاحبین میں اختلاف مبنی بر دلیل نہیں بلکہ ان کے زمانہ کے مختلف حالات کی وجہ سے ہے۔ امام ابو حنیفہ کے زمانہ میں لوگ عموماً صالح ہوتے تھے جبکہ صاحبین کے زمانہ میں لوگوں کی حالت بگڑ گئی۔ میری رائے میں امام ابو حنیفہ کا قول اس لئے صاحبین کے قول سے افضل ہے کہ موجودہ دور میں شریعت کی شرائط کے مطابق صالح گواہ کا ملنا اس لئے دشوار ترین ہے کہ تقریباً ہر کوئی کسی نہ کسی فسق میں مبتلا ہے اگر شہادت کے دائرہ کو تنگ کر دیا جائے تو فیصلہ کرنا ناممکن ہو جائے گا اور حقوق ادائیگی ناممکن ہو جائے گی۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے بقول ''فی زمانہ فاسق کی شہادت بھی قبول کرنی چاہیے بشرطیکہ وہ دنیا میں باوجاہت اور آبرو دار ہو اور گمان غالب ہو کہ جھوٹی شہادت نہیں دے گا یا قرآن سے اس کی سچائی معلوم ہو جائے۔ (۳۰) گواہی کو چھپانے کے بارے میں قرآن میں بڑی سخت وعید آئی ہے:

''ومن اظلم ممن کتم شهادة عنده من الله وما الله بغافل عما تعملون'' (۳۱)

ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اس شہادت کو چھپائے جو اس کے پاس اللہ

کے ہاں سے پہنچ چکی ہے ورنہ اللہ ہمارے کرتوتوں سے بے خبر تو ہے نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں مشرک یہودی و نصرانی نہ ہونے بلکہ مخلص ہونے کی گواہی قرآن کی طرح تورات میں بھی موجود ہے اس کے بعد بھی اگر کوئی بد بخت اس گواہی کو چھپاتا ہے تو اللہ اس کو دردناک عذاب دے گا۔ گواہی چھپانے والے کو اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑا ظالم قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ گواہی کا چھپانا نہ صرف افراد کے حقوق و فرائض اور نظام عدل کو متاثر کرتا ہے بلکہ یہ انبیاء کرام کی بے داغ و معصوم شخصیتوں کے بارے میں بھی ابہام پیدا کرتا ہے جس سے صرف کسی مخصوص معاشرہ ہی نہیں بلکہ پوری قوم کے عقیدے میں شک کی دیوار قائم ہو جاتی ہے اس طرح گواہی کا چھپانا انفرادی زندگیوں کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگیوں میں بھی انتشار پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔(۳۲) قرآن ہمیں زندگی کے تمام معاملات میں گواہی کی اہمیت سے آگاہ فرماتا ہے۔ یتیموں کے بارے میں حسنِ سلوک کے احکام بیان کرتے ہوئے اللہ نے ان کا حصہ انہی کے حوالے کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

”فاذا دفعتم الیهم اموالهم فاشهدوا علیهم وکفی باللّٰه حسیبا“(۳۳)

ترجمہ: اور جب ان کے مال ان کے حوالہ کرنے لگو تو ان پر بھی گواہ کر لیا کرو اور اللہ حساب لینے والا کافی ہے۔

یتیم کے مال کے بارے میں حکم ہے کہ جب یتیم بالغ ہو جائے تو ان کا مال و اسباب جو بطور امانت تمہارے پاس ہے وہ سب ان کے حوالے کر دو اور گواہ بھی بناؤ تاکہ مستقبل میں کسی قسم کی پریشانی یا جھگڑا پیدا نہ ہو۔ اگر یتیم کے بالغ ہونے کے بعد اس کا ولی یا سرپرست مال ادا کرنے کا دعویٰ کرتا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک گواہوں کے نہ ہونے کی صورت میں اس کا قول قسم کے ساتھ قبول کر لیا جائے گا۔ کیونکہ وہ اپنے اوپر تاوان عائد کیے جانے کا منکر ہے اور منکر کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جاتا ہے۔(۳۴) آخرت کے حوالے سے حضور اکرم ﷺ کی شہادت کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

”ویوم نبعث فی کل امة شهیدا علیهم من انفسهم وجئنا بک شهیدا علی هولاء“(۳۵)

(ترجمہ) اور (وہ دن بھی یاد رکھنے کے قابل ہے) جس دن ہم ہر امت سے ایک

ایک گواہ انہی میں سے اٹھائیں گے اور ان (سب) لوگوں کے مقابلہ میں
آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے۔

نبی کریم ﷺ روز قیامت اپنی امت کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ حضور ﷺ کی بعثت تمام عالمین کے لئے ہے۔(۳۶) نبی کریم ﷺ قیامت تک ہونے والی تمام خلق کے شاھد ہیں۔ ان کے افعال و اعمال اور احوال تصدیق تکذیب و ہدایت اور ضلال سب کا مشاہدہ فرماتے ہیں روز محشر استفسار خداوندی پر افعال و اعمال امت کی گواہی کا فریضہ انجام دیں گے۔(۳۷) حضور اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت پر خود اللہ تعالیٰ کے گواہ ہونے کے بارے میں ارشاد ہے:

”قل کفی باللّٰہ شھیدا بینی و بینکم انہ کان بعبادہ خبیرا بصیرا“(۳۸)

(ترجمہ) آپ کہہ دیجئے کہ اللہ بطور گواہ کے میرے اور تمھارے درمیان کافی ہے۔
بے شک وہی اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے خوب دیکھتا ہے۔

کفار مکہ حضور ﷺ کی تعلیمات کی تکذیب کرتے، روز جزا کو جھٹلاتے، عبداللہ بن امیہ نے جب نبی کریم ﷺ کو آسمان پر سیڑھی کے ساتھ جانے ،اپنے ساتھ فرشتوں کی ایک جماعت لانے اور نبی کریم ﷺ پر کبھی ایمان نہ لانے کی بات کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نبی ﷺ ان سے فرما دو کہ میرے صدق و ادائے فرض رسالت اور تمھارے کذب و عداوت پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے اور اللہ سے بہتر کس کی گواہی ہو سکتی ہے۔ اس سے گواہی کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ اور لوگوں کے درمیان حق و باطل میں فرق کے لئے گواہی دے رہا ہے۔(۳۹) بدکاری کے جرم کو ثابت کرنے کے لئے گواہ طلب کرنے کا حکم یوں ہے:

”والتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشھدوا علیھن اربعۃ منکم فان شھدوا فامسکوھن فی البیوت حتی یتوفھن الموت او یجعل اللہ لھن سبیلا“ (۴۰)

(ترجمہ) اور تمھاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں ان پر چار (آدمی)
اپنے میں سے گواہ کر لو سو وہ اگر گواہی دے دیں تو ان (عورتوں) کو گھروں
کے اندر بند رکھو یہاں تک کہ موت ان کا خاتمہ کر دے، یا اللہ ان کے لئے

کوئی (اور) راہ نکال دے۔

اگر کوئی عورت زنا کرے اس حکم میں عورت کا عورت سے زنا بھی داخل ہے کیونکہ لفظ میں عمومیت پائی جاتی ہے کسی غیر عورت سے لواطت کرنے کو بھی یہ لفظ شامل ہے اس صورت میں الزام لگانے والوں سے چار گواہ طلب کیے جائیں گے جو گواہی کی شرائط پر پورے اترتے ہوں۔ مسلمانوں کا زنا میں عورتوں کی شہادت کے قبول نہ کرنے میں اجماع ہے۔ مرد شہادت اس طرح دیں گے کہ انھوں نے زنا کے ارتکاب کے وقت فاعل اور مفعول کو اس طرح دیکھا جس طرح سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے اگر وہ چاروں گواہ گواہی دے دیں تو عورتوں کو گھروں کے اندر قید کر دو۔ یہاں تک کہ وہ مر جائیں۔ یا اللہ ان کے لئے کوئی راہ نکال دے۔(۴۱) ناجائز تہمت پر گواہ پیش نہ کر سکنے کی سزا بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:

”والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمنين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا ط و اولئک هم الفسقون o“ (۴۲)

(ترجمہ) اور جو لوگ تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو اور پھر چار گواہ نہ لا سکیں تو انھیں اسی درے لگاؤ اور کبھی ان کی گواہی نہ قبول کرو۔ یہی لوگ تو فاسق ہیں۔

اگر کسی نیک سیرت عورت یا مرد پر الزام لگایا جائے کہ اس نے زنا کیا ہے تو تہمت لگانے والے کو چار گواہ پیش کرنا ہوں گے جو یہ گواہی دیں گے کہ انھوں نے ملزمان کو فعل زنا کرتے ہوئے اس حالت میں دیکھا گویا کہ سرمہ دانی میں سلائی کا داخل کرنا ہے تب مجرموں کو سو کوڑوں کی سزا دی جائے گی اگر الزام یا تہمت لگانے والا چار گواہ پیش نہ کر سکے تو اس پر حد قذف جاری کی جائے گی اسی (۸۰) کوڑوں کی سزا دی جائے گی، کبھی بھی اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی اور اس کا شمار فاسقوں میں ہوگا۔ اگر کوئی شخص کسی پر دوسرے کسی گناہ کی تہمت لگاتا ہے تو اس پر حد قذف جاری نہیں کی جائے گی بلکہ قاضی اپنے صوابدیدی اختیارات استعمال کرتے ہوئے اس پر تعزیر جاری کرے گا اگر کوئی شخص صراحتاً کی بجائے تعریضاً زنا کی تہمت لگاتا ہے تو امام ابوحنیفہ امام شافعی امام احمد بن حنبل سفیان ثوری ابن سیرین اور حسن بن صلاح رحمہم اللہ کے نزدیک اس پر قذف کی حد جاری نہیں ہوگی کسی باندی، غلام، پاگل یا بچے پر زنا کی تہمت لگانے والے پر حد قذف جاری نہیں کی جائے گی۔(۴۳)

☆ الیقین لا یزول بالشک ☆ (فقہی ضابطہ)

رہن اور دیگر معاملات میں گواہی کو نہ چھپانے کا حکم دیا گیا:

"و ان کنتم علی سفر ولم تجدوا کاتبا فرھان مقبوضۃ فان امن بعضکم بعضا فلیؤدی الذی اؤتمن امانتہ ولیتق اللّٰہ ربہ ولا تکتموا الشھادۃ ومن یکتمھا فانہ اثم قلبہ ط واللّٰہ بما تعملون علیم ○ للّٰہ ما فی السموت وما فی الارض و ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللّٰہ ط فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء ط واللّٰہ علی کل شئی قدیر ○" (۴۴)

(ترجمہ) اور اگر تم سفر میں ہو اور کوئی کاتب نہ پاؤ، تو رہن رکھنے کی چیزیں ہی جو قبضہ میں ہیں دے دی جائیں، اور تم میں سے کوئی کسی اور پر اعتبار رکھتا ہے تو جس کا اعتبار کیا گیا ہے اسے چاہیے کہ دوسرے کی امانت (کا حق) ادا کر دے اور چاہیے کہ اللہ (یعنی) اپنے پروردگار سے ڈرتا رہے اور گواہی کو مت چھپاؤ اور جو کوئی اسے چھپائے گا اس کا قلب گناہ گار ہوگا اور تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ اس کا بڑا جاننے والا ہے۔

اگر سفر کی حالت میں معاملہ کرنے کی ضرورت پیش آجائے اور کاتب میسر نہ ہوں تو رہن رکھنے کی چیزوں کے ذریعے آپس میں معاملہ طے کرو۔

ایک دوسرے پر کئے گئے اعتبار کا احترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جس کو امانت دی جائے اس کا فرض قرار دیا گیا کہ وہ آپس میں طے کئے گئے معاملات میں تقوی کو ملحوظ رکھے اور بددیانتی نہ کرے گواہی کو چھپانے سے منع فرمایا گیا ہے۔ شرعی عذر کے بغیر گواہی دینے سے انکار کرنا گناہ ہے۔ مرتہن کے لئے مرہونہ شئے سے نفع حاصل کرنا ناجائز ہے اس کا حق صرف اتنا ہے کہ اپنے قرض کی واپسی تک وہ اس پر قبضہ رکھے جب کہ اس سے حاصل ہونے والے منافع کا حق دار اس کا اصل مالک ہے۔ جب کسی شخص کو متنازعہ امور اور مقدمات میں ایسے حقائق کا علم ہو جن کی بنیاد پر ان امور اور مقدمات کا عدل کے ساتھ تصفیہ ممکن ہو تو ایسی صورت میں گواہی کا چھپانا گناہ ہے گواہی چھپانے والے کے دل کو گناہ گار کہا گیا ہے۔ شہادت اگر بالکل ادا نہ کی جائے یا غلط ادا کی جائے تو اس طرح دونوں صورتوں میں اصل واقعہ مخفی ہو جائے گا، چنانچہ یہ دونوں صورتیں حرام ہیں جب کسی

حقدار کا حق اس کی شہادت کے ادانہ کرنے کے سبب ضائع ہونے لگے اور حقدار کی طرف سے شہادت کی ادائیگی کی درخواست بھی کی جائے تو ایسی صورت میں شہادت کی ادائیگی سے انکار حرام ہے۔شہادت کی ادائیگی شریعت کی طرف سے فرض کی گئی ہے۔ایسی صورت میں اس پر اجرت لینا جائز نہیں۔ہاں البتہ آمدورفت کا خرچہ اور ضرورت کے مطابق خوراک صاحب معاملہ کے ذمہ ہے۔(۴۵)وصیت کے وقت عادل گواہ بنانے کے بارے میں تاکید ہے:

"یاایھا الذین آمنوا شھادۃ بینکم اذا حضر احدکم الموت حین الوصیة اثنان ذوا عدل منکم او آخران من غیرکم ان انتم ضربتم فی الارض فاصابتکم مصیبة الموت ط تحبسونھما من بعد الصلوۃ فیقسمان باللہ ان ارتبتم لا نشتری بہ ثمنا ولو کان ذا قربیٰ ولا تکتم شھادۃ اللہ انا اذا لمن الآثمین o فان عثر علی انھما استحقا اثما فآخران یقومان مقامھما من الذین استحق علیھم الاولیان فیقسمان باللہ لشھادتنا احق من شھادتھما وما عتدینا انا اذا لمن الظلمین o ذلک ادنیٰ ان یاتوا بالشھادۃ علی وجھھا او یخافوا ان ترد ایمان بعد ایمانھم واتقوا اللہ واسمعوا واللہ لا یھدی القوم الفسقین o"(۴۶)

(ترجمہ) اے ایمان والو جب کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے وصیت کے وقت، تو تمھارے آپس میں گواہ دو شخص جو تم میں سے معتبر ہوں یا دو گواہ تم میں سے کے علاوہ جب تم زمین پر سفر کر رہے ہو اور تم پر موت کا واقعہ آپہنچے تو اگر تم کو شبہ ہو جائے تو دونوں (گواہوں) کو بعد نماز روک رکھو اور وہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم اس کے عوض کوئی نفع نہیں لینا چاہتے خواہ کسی قرابت دار (ہی کے لئے) ہو اور نہ ہم اللہ کی گواہی چھپائیں گے ورنہ ہم بے شک گناہ گار ہوں گے۔ پھر اگر خبر ہو جائے کہ وہ دونوں (وصی) حق بات دبا گئے تو دو گواہ ان کی جگہ اور مقرر ہوں ان لوگوں میں سے جن کا حق دبا ہے (میت کے) قریب تر لوگوں میں سے اور یہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں کہ

ہماری گواہی انؔ دونوں کی گواہی سے زیادہ درست ہے اور ہم نے زیادتی نہیں کی ہے ورنہ بے شک ہم ہی ظالم ٹھہریں گے۔ یہ اس کا قریب ترین (طریقہ) ہے کہ لوگ گواہی ٹھیک دیں یا اس سے ڈرے رہیں کہ ہماری قسمیں ان کی قسموں کے الٹی پڑیں گی اور اللہ سے ڈرتے رہو اور سنتے رہو اور اللہ فاسق لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا۔

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے وصیت کے احکام نازل فرمائے ہیں جب موت کا وقت قریب ہو تو وصیت کو غیر ضروری سمجھ کر ترک نہ کیا جائے بلکہ موت کا وقت درحقیقت وصیت کا وقت ہے۔ جب علامات موت ظاہر ہونے لگیں تو دو آدمیوں کو بلا لیا جائے تا کہ مرنے والا ان کے سامنے اپنی وصیت بیان کر دے جو وصیت کے مندرجات کی صحت پر گواہی دیں۔ اگر سفر میں موت کا وقت قریب آ جائے اور مسلمان بطور گواہ دستیاب نہ ہوں تو غیر مسلموں کو گواہ مقرر کیا جائے۔ یہاں اس بات کا جواز نکلتا ہے کہ سفر میں وصیت کے وقت جب مسلمان موجود نہ ہوں تو ذمیوں کو گواہ بنایا جاسکتا ہے۔ شریح کہتے ہیں کہ سفر اور وصیت کے وقت کے سوا یہود ونصاریٰ کی شہادت کسی اور وقت جائز نہیں۔ تینوں ائمہ کرام کے نزدیک مسلمان پر اہل ذمہ کی شہادت جائز نہیں جب کہ امام ابوحنیفہ ذمی کی گواہی ذمی پر جائز قرار دیتے ہیں۔ (۴۷) یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ قسم لینے کا حکم صرف غیر اور اجنبی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اگر وارث وصی پر شک کا اظہار کریں اور وصی میت کا قرابت دار ہی کیوں نہ ہو اس سے بھی حلف کے ساتھ قسم لی جائے گی۔ اگر ثابت ہو جائے کہ ان دونوں گواہوں نے جھوٹ بول کر غلط شہادت کے ذریعے خیانت کی ہے تو جن لوگوں کا انہوں نے حق مارنا چاہا ان میں سے ان کی جگہ دوسرے دو گواہ کھڑے ہوں جو میت سے قرابت رکھتے ہوں پھر وہ خدا کی قسمیں کھائیں کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے بہت اچھی ہے اور ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی اگر ایسا کریں گے تو بے انصافی کریں گے۔ ان دونوں نے درحقیقت خیانت کی ہے اور اس الزام میں ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی ہے یہ وارثوں کی طرف سے قسم کے مترادف ہے جیسا کہ مقتول کے اولیاء قسم کھاتے ہیں جب قاتل کی طرف سے بے ایمانی ثابت ہو رہی ہو۔

بغوی نے ذکر کیا ہے اور بخاری اور ابوداؤد اور ترمذی نے بھی بغوی کے بیان کی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے۔ کہ تمیم داری اور عدی بن بداء دونوں نصرانی تھے۔ اسلام

سے قبل شام کی طرف تجارت کرتے تھے۔ ایک دفعہ تجارت کی غرض سے شام میں موجود تھے ان کے پاس بنی سہم کا غلام بھی تجارت کی غرض سے آیا ہوا تھا جس کا نام بدیل بن ابی مریم تھا۔ اس کے پاس چاندی کا بڑا پیالہ تھا جسے وہ بیچنے کے لئے ساتھ لایا تھا۔ بدیل بن ابی مریم جب وہاں بیمار ہوا تو اس نے ان دونوں کو وصی بنایا اور وصیت کی کہ اس کا ترکہ اس کے اہل وعیال کو پہنچا دیا جائے تمیم داری کہتے ہیں کہ اس کے مرنے کے بعد ہم نے چاندی کا پیالہ ایک ہزار درہم میں بیچ کر آپس میں پانچ پانچ سو درہم تقسیم کر لئے جب کہ اس کا باقی مال واسباب اس کے اہل وعیال کو پہنچا دیا۔ ان لوگوں نے جب چاندی کے پیالے کے بارے میں دریافت کیا تو ہم نے کہا کہ بدیل نے جو کچھ ہمارے حوالے کیا وہ ہم نے آپ کو لوٹا دیا ہے۔ پیالے کی ہم کو خبر نہیں ہے۔ تمیم داری کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے مدینہ تشریف لانے کے بعد میں نے اسلام قبول کر لیا اور پھر میں بنی سہم کے پاس گیا اور پیالے کی فروخت سے جو پانچ سو درہم میں نے حاصل کیے تھے وہ میں نے ان کے حوالے کر دیئے اور انہیں بتایا کہ بقیہ پانچ سو درہم میرے ساتھی عدی بن بداء کے پاس ہیں۔ بنی سہم یہ مقدمہ لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ اس سے اس کے مذہب کے مطابق قسم لی جائے۔ اس نے قسم کھائی چنانچہ یہ آیت اتری۔ اب عمرو بن العاص اور ایک دوسرا شخص اٹھے اور قسم کھائی کہ "لشهادتنا احق من شهادتهما" چنانچہ عدی سے پانچ سو درہم لے لئے گئے اور یہ پیالہ مکہ میں پایا گیا خریداروں نے کہا کہ ہم نے اسے تمیم اور عدی سے خریدا تھا تو سہمی کے اولیاء میں سے دو آدمی اٹھے اور قسم کھائی کہ ہماری قسم اس کی قسم سے سچی ہے اور یہ پیالہ ہمارے ساتھی کا ہے۔ انہی کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی اور یہ تحلیف بعد صلوٰۃ عصر ہوئی تھی۔ یہ خبر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سلف میں اس واقعہ کی صحت مشہور اور عوام میں متعارف ہے اس کی صحت کی ایک اور دلیل ہے کہ ابو جعفر ابن جریر روایت کرتے ہیں کہ ایک مسلمان پردیس میں وفات پا گیا اور وصی بنانے کے لئے وہاں کوئی مسلمان موجود نہیں تھا تو مرنے والے نے اہل کتاب میں سے دو آدمیوں کو گواہ بنا لیا۔ چنانچہ اس کے مرنے کے بعد یہ دونوں افراد کوفہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری کے پاس حاضر ہوئے اور مرنے والے کا ترکہ اور وصیت پیش کی تو ابو موسیٰ اشعری نے فرمایا کہ ایسا ہی ایک واقعہ نبی کریم ﷺ کے دور مبارک میں پیش آیا تھا اور یہ بھی اسی نوعیت کا ہے۔ چنانچہ نماز عصر کے بعد ان دونوں نے قسم کھائی کہ ہم نے نہ خیانت کی ہے نہ جھوٹ بولا ہے اور کوئی چیز نہیں چھپائی اور یہ مال

☆ لاثواب الا بالنية ☆ (فقہی ضابطہ)

واسباب متوفی کے ترکے اور وصیت کے مطابق ہے۔ چنانچہ ان کی شہادت کو درست مان لیا گیا اور اسی شہادت کی بناء پر حضرت ابوموسیٰ اشعری نے فیصلہ کیا۔

اس طرح کسی جملہ کو منسوخ قرار دینے کی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ وارثوں کے دعوے کا اگر وصی انکار کرے تو اس پر قسم کا عائد ہونا اور وصی اگر مال خیانت کو میت سے خرید لینے کا دعویٰ کرے اور وارث انکار کریں تو وارثوں پر قسم کا عائد ہونا غیر منسوخ اور محکم ہے اور بیشتر علماء کے نزدیک یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ سورہ مائدہ کی کوئی آیت منسوخ نہیں۔ لیکن حسن زہری اور عکرمہ نے آیت کی تفسیر اس طرح بیان کی ہے کہ میت موت کے وقت اگر کسی کے متعلق کچھ وصیت کرنی چاہے تو آدمیوں کو گواہ بنالے تاکہ موصی لہ کے لئے وہ حاکم کے سامنے جاکر شہادت دے سکیں۔(۴۸)

عدت کے اختتام پر بیوی سے رجوع یا مستقل طلاق دینے پر گواہ بنانے کا حکم یوں ہوا:

"فاذا بلغن اجلهن فامسكوهن بمعروف او فارقوهن بمعروف و اشهدوا ذوی عدل منكم اقیموا الشهادة لله"(۴۹)

(ترجمہ) پھر جب وہ اپنی میعاد کو پہنچنے لگیں تو انھیں (یا تو) قاعدہ کے مطابق (نکاح میں) رہنے دو یا انھیں قاعدہ کے مطابق رہائی دو اور اپنے میں سے دو معتبر شخصوں کو گواہ ٹھہرالو اور گواہی ٹھیک ٹھیک اللہ کے واسطے دو۔

جو عورتیں عدت گزار رہی ہوں جب وہ عدت پوری کرنے کے قریب پہنچ جائیں تو ان کے شوہروں کو چاہیے کہ یا تو انھیں بھلائی اور سلوک کے ساتھ اپنے ہی نکاح میں روکے رکھیں یعنی جو طلاق دی تھی اس سے رجوع کرکے باقاعدہ اس اس کے ساتھ بود و باش رکھیں یا پھر انہیں بغیر ڈانٹ ڈپٹ، سرزنش اور گالی گلوچ کے اچھائی اور حسن سلوک کے ساتھ طلاق دے دیں۔ اگر رجعت کا ارادہ بن جائے اور رجعت کرلی جائے تو اس پر دو عادل مسلمان گواہوں کی شہادت قائم کرو اور شہادت اللہ کے لئے قائم کرو۔(۵۰) اللہ کریم نے مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"والذین هم بشهاداتهم قائمون" (۵۱)

(ترجمہ) اور جو لوگ اپنی گواہیوں کے ادا کرنے والے ہیں۔

جو لوگ شہادت کو حق کے ساتھ ادا کرتے ہیں اس پر ثابت قدمی سے زمانے کے مصائب و آلام کا مقابلہ کرتے ہوئے ڈٹے رہتے ہیں نہ اس میں کمی کرتے ہیں اور نہ زیادتی کرتے ہیں تاکہ مقدمات

ومعاملات میں انصاف ہوسکے اور حق دار کو اس کا حق اور مجرم کو اس کی سزا مل جائے تاکہ معاشرے سے جبر وظلم اور ہر قسم کی ناہمواری کو ختم کیا جاسکے۔(۵۲) ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اولئک فی جنت مکرمون" (۵۳)

(ترجمہ) یہی لوگ بہشتوں میں عزت سے داخل ہوں گے۔

ایسے ہی لوگ فلاح وہدایت پانے والے اور نشاط وکامرانی کے راستہ پر چلنے والے ہیں اور انہی لوگوں کو اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے اور یہ لوگ ہی مطمئن زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ دوسروں کو انصاف دلانے کی خاطر سچی گواہیاں ادا کرتے ہیں اور کسی طرح کے جبر وظلم کی بناء پر اپنی گواہی دینے سے باز نہیں آتے یا اس میں کسی بھی قسم کا ردوبدل نہیں کرتے لہٰذا اللہ تعالیٰ کا انعام واکرام بھی ایسے ہی سچے لوگوں کے لئے ہے۔(۵۴)

حوالہ جات

۱۔ القرآن الکریم۔۴: ۱۳۵

۲۔ پانی پتی، قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی، تفسیر مظہری، ایچ۔ ایم سعید کمپنی، کراچی، جنوری ۱۹۸۰م، ج:۳، ص:۳۰۶

۲/I۔ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، فروری ۱۹۸۷م، ج:۲، ص:۵۷۱

۲/II۔ الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور ۱۳۹۹ھ، ج:۱، ص:۴۰۳

۲/III۔ ابن کثیر، اسماعیل، عماد الدین، تفسیر ابن کثیر، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی (بدون تاریخ طبع) ج:۱، ص:۶۵۰

۳۔ الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، فتح القدیر، دار المعرفۃ بیروت، (بدون تاریخ طبع) ج:۱، ص:۱۲۶

۴۔ السیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر، تفسیر جلالین، دار المعرفۃ، بیروت ۱۹۸۳م، ج:۱، ص:۱۲۶

۵۔ النسفی، علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود، تفسیر القرآن الجلیل، مکتبۃ علمیۃ لاہور ۱۹۷۶م ج:۱، ص:۳۶۵

۶۔ القرآن الکریم۔۲۵: ۷۲

۷۔ تفسیر جلالین، ج:۱، ص:۴۷۸

☆ ثواب کا دارومدار نیت پر ہے ☆

۸۔ تفسیر مظہری، ج:۱،ص:۴۹۵۔ا/۸۔تفسیر ابن کثیر، ج:۴،ص:۲۳

۹۔ القرآن الکریم۔۲۲:۳۰

۱۰۔ تفسیر جلالین، ج:۱،ص:۴۳۷

۱۱۔ تفسیر ابن کثیر، ج:۳،ص:۴۲۲

۱۲۔ القرآن الکریم۔۶:۱۵۳

۱۳۔ تفسیر جلالین، ج:۱،ص:۱۹۰

۱۴۔ تفسیر ابن کثیر، ج:۲،ص:۱۴۲

۱۵۔ القرآن الکریم۔۲:۱۴۳

۱۶۔ تفسیر ابن کثیر، ج:۱،ص:۲۱۸۔ا/۱۶۔تفسیر مظہری، ج:۱،ص:۲۴۰

۱۷۔ القرآن الکریم۔۵:۸

۱۸۔ تفسیر ابن کثیر، ج:۱،ص:۴۲۵۔۷۔اا/۱۸۔القرآن الکریم۔۴۹:۱۳

۱۹۔ القرآن الکریم۔۳:۸۱

۲۰۔ تفسیر ابن کثیر، ج:۱،ص:۴۲۹

۲۱۔ تفسیر جلالین، ج:۱،ص:۷۸

۲۲۔ القرآن الکریم۔۳۳:۴۵تا۴۶

۲۳۔ تفسیر ابن کثیر، ج:۴،ص:۲۵۸

۲۴۔ انجیل برنباس، اسلامی مشن سنت نگر لاہور، ۱۹۱۶م،فصل ۲۲۰،ص:۳۶۷

۲۵۔ القرآن الکریم۔۲:۲۸۲

۲۶۔ تفسیر ابن کثیر، ج:۱،ص:۳۷۷

۲۷۔ القرآن الکریم۔۴۹:۱۰

۲۸۔ تفسیر مظہری، ج:۲،ص:۱۲۶

۲۹۔ معارف القرآن، ج:۱،ص:۶۸۴

۳۰۔ تفسیر مظہری، ج:۲،ص:۱۳۴

۳۱۔ القرآن الکریم۔۲:۱۴۰

۳۲۔ تفسیر ابن کثیر، ج:۱،ص:۲۱۶۔ا/۳۲۔تفسیر مظہری، ج:۱،ص:۲۳۶

۳۳۔ القرآن الکریم۔۴:۶

۳۴۔ تفسیر ابن کثیر، ج:۱، ص:۵۱۱۔ ۱/۳۴۔ تفسیر مظہری، ج:۲، ص:۴۹۴

۳۵۔ القرآن الکریم۔۱۶۔۸۹

۳۶۔ القرآن الکریم۔۲۵:۱

۳۷۔ تفسیر ابن کثیر، ج:۳، ص:۱۳۷

۳۸۔ القرآن الکریم۔۱۷:۹۶

۳۹۔ تفسیر ابن کثیر، ج:۳، ص:۲۳۱

۴۰۔ القرآن الکریم۔۴:۱۵

۴۱۔ تفسیر ابن کثیر، ج:۱، ص:۵۲۲۔ ۱/۴۱۔ تفسیر مظہری، ج:۲، ص:۵۳۴

۴۲۔ القرآن الکریم۔۲۴:۴

۴۳۔ تفسیر ابن کثیر، ج:۳، ص:۳۸۱۔ ۱/۴۳۔ تفسیر مظہری، ج:۸، ص:۲۲۳

۴۴۔ القرآن الکریم۔۲:۲۸۳۔۲۸۴

۴۵۔ تفسیر ابن کثیر، ج:۱، ص:۳۸۱۔ ۱/۴۵ تفسیر معارف القرآن، ج:۱، ص:۶۸۵

۴۶۔ القرآن الکریم۔۵:۱۰۶تا۱۰۸

۴۷۔ تفسیر ابن کثیر، ج:۲، ص:۱۰۴

۴۸۔ تفسیر مظہری، ج:۴، ص:۸۰

۴۹۔ تفسیر ابن کثیر، ج:۲، ص:۳۳ (القرآن ۲/۶۵)

۵۰۔ القرآن الکریم۔۶۵:۲

۵۱۔ تفسیر ابن کثیر، ج:۵، ص:۴۵

۵۲۔ القرآن الکریم۔۷۰:۳۳

۵۳۔ تفسیر ابن کثیر، ج:۵، ص:۴۳۳

۵۴۔ القرآن الکریم۔۷۰:۳۵

☆ الضرورات تبیح المحظورات ☆ ضرورتیں ممنوعات کو مباح کردیتی ہیں ☆